بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

اس کرہ ارضی پر جن افراد یا قوموں نے خداوند تعالیٰ سے بغاوت اور سرکشی کی راہ اختیار کی ہے انہیں قدرت نے مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کیا ہے لیکن عذاب کی بے شمار نوعیتوں میں ایک چیز ہمیشہ قدرِ مشترک کی حیثیت سے نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں نے جب بھی بغاوت پر اصرار کیا تو سب سے پہلے اُن کی عقلوں پر پھٹکار پڑی اور اُن کے اندر صحیح طرزِ فکر اور صحیح طرزِ استدلال کی صلاحیتیں یکسر ختم ہو کر رہ گئیں۔ شیطان نے ان کے فکر و نگاہ کے زاویوں کو اس طرح بدلا کہ باطل ان کے سامنے حق کی حیثیت سے جلوہ گر ہوا اور حق انہیں ہمیشہ باطل ہی نظر آیا۔ غالباً قلب و دماغ کی اسی افسوسناک کیفیت کو قرآن مجید نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۔ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(الانعام ۴۳)

تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے اور ان قوموں کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ساتھ ہمارے سامنے جھک جائیں۔ پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی مگر ان کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے انہیں اطمینان دلایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خوب کر رہے ہو۔

قرآن مجید نے گمراہ قوموں کی جس بدنصیبی کی طرف اپنے مخصوص بلیغانہ انداز میں اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ انہیں باربار جھنجھوڑا جاتا ہے لیکن ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، انہیں قدم قدم پر تنبیہ کی جاتی ہے لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ انہیں ٹھوکروں پر ٹھوکریں لگتی ہیں لیکن یہ بیدار نہیں ہونے پاتیں۔ ہر چوٹ اُن کے اندر اضطراب اور پریشانی کی ایک لہر تو دوڑا دیتی ہے اور وہ اس افسوسناک صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے قدرے بے چین بھی ہوتی ہیں لیکن شیطان انہیں بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے یہ اطمینان دلا دیتا ہے کہ تمہارے طرزِ فکر اور طرزِ عمل میں قطعاً کوئی لغزش اور خامی نہیں، تم جس راہ پر گامزن ہو وہی درحقیقت کامرانی اور فلاح کی راہ ہے اس لیے تم آنکھیں بند کرکے اسی پر بگ ٹٹ بھاگتے چلے جاؤ۔

آپ اگر اُن اقوام کے حالات کا جائزہ لیں جن پر مغربی تہذیب کا عذاب مسلط کیا گیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علمی ترقی اور ذہنی نشوونما کے بلند بانگ دعووں کے باوجود جتنی فکری کجی اُن کے ہاں پائی جاتی ہے اتنی بہت کم قوموں کے اندر دیکھنے میں آتی ہے۔ اور اسی وجہ سے مختلف مصائب سہنے کے باوجود اُن کی عقل ٹھکانے نہیں آتی۔ انسانوں کے کسی گروہ کے لیے اس سے زیادہ تشویشناک صورت اور کیا ہو سکتی ہے کہ قدرت کی جن جن قوتوں کو انہوں نے بڑی محنت سے مسخر کیا ہے وہ اُن کی خدمت اور چاکری کی بجائے اُن کے لیے جان لیوا ثابت ہو رہی ہیں۔ ان کے سوچنے اور سمجھنے والے دماغ اس پریشان کن حالت کو دیکھ کر سخت وحشت زدہ ہیں لیکن اُسی راستے پر چلنے کے لیے بضد ہیں جس نے انہیں اس حسرتناک انجام تک پہنچایا ہے۔ وہ اپنے حشر کو محض بخت و اتفاق کی کرشمہ سازیاں کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اُن کا مغرورانہ احساس انہیں کبھی یہ سوچنے پر آمادہ نہیں کرتا کہ علم و فن کی حیرت انگیز ترقی کے باوجود اُن کی زندگی اُن کے لیے جس طرح عذاب بن گئی ہے وہ اُن کے غلط کار طرزِ فکر کا بالکل منطقی نتیجہ ہے۔

یوں تو یورپ کی پوری زندگی ان منطقی مغالطوں سے بھری پڑی ہے لیکن اس وقت ہمارے سامنے کیلر کا وہ سکینڈل ہے جس نے برطانیہ کے وقار کو اس شدت کے ساتھ مجروح کیا ہے کہ اُس کا ہر شہری اس "سانحہ" پر تلملا اٹھا ہے۔ بڑے سے بڑے فلسفی سے لیکر معمولی سے معمولی خوانچہ فروش تک کے حواس باختہ ہیں اور ہر شخص اس واقعہ پر حیرت کی تصویر بنا جا رہا ہے۔ انگلستان کا شاید کوئی حلقہ ایسا ہو جس میں اس پر گہری تشویش کا اظہار نہ کیا جا رہا ہو اس ساری تشویش اور پریشانی کے اندر اللہ کا کوئی بندہ ایسا نہیں جو فساد کے اصل مرکز کو تلاش کرنے کے لیے کسی طرح بھی فکر مند نظر آتا ہو۔ اہلِ فرنگ کی ساری توجہ صرف اس واقعہ کے سیاسی پہلو کی طرف سمٹ کر رہ گئی ہے اور یہ شرمناک حادثہ جن اسباب کا قدرتی نتیجہ ہے وہ اُن کی آنکھوں سے یکسر اوجھل ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اصل واقعہ بیان کر دیں:

"انگلستان کے وزیر جنگ نے ایک فاحشہ عورت کیلر سے تعلقات استوار کیے۔ اسی زمانے میں جبکہ وزیر صاحب اس کے دامِ اُلفت کے اسیر تھے اس فاحشہ نے روسی سفارت خانے کے ایک جاسوس سے بھی تعلقات قائم کر لیے وہ آدمی جس کی زیر نگرانی یہ دو رویہ تعلقات تشکیل پاتے رہے وہ سویٹ یونین کا دلال تھا۔ فاحشہ کیلر اور وزیر جنگ پروفیومو کو اکٹھا کرنے کا مقصد جنگی رازوں کی جستجو اور ان کا حصول تھا تاکہ وہ انہیں اپنے کمیونسٹ مالکوں تک پہنچاتے۔ اس پر مستزاد برطانوی نقطۂ نظر سے قبیح ترین جرم یہ سرزد ہوا کہ پروفیومو نے پارلیمنٹ میں عائد کردہ الزامات کی تردید میں فاش جھوٹ بولا۔ یہ جھوٹا اور بدکار وزیر پریوی کونسل کا رکن ہے جس کی رکنیت دائمی ہے اور اُس سے کبھی استعفا نہیں لیا جا سکتا[1]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام دستوری روایات جن پر برطانوی فخر و مباہات کا انحصار ہے،

[1] اب اس نے پبلک کے دباؤ سے خود استعفا دے دیا ہے۔

معرضِ خطر میں پڑ گئی ہیں۔ اور اس واقعہ کا سب سے زیادہ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس گھناؤنے عشق اور تباہ کن سازش کی تمہید اُس محل کلائوڈن میں پڑی جو اُن بادشاہ گر قدامت پرستوں کا صدر مقام ہے جنہوں نے اخلاقی گراوٹ کے الزام میں ایڈورڈ ہشتم کو ملک بدر کیا تھا۔" (نوائے وقت مورخہ ۱۹ر جون)

یہ بحران خواہ انگریزی قوم کے لیے کتنا ہی تکلیف دہ اور اندوہناک ہو لیکن واقعہ کے اعتبار سے اس میں کوئی چیز بھی حیرت انگیز نہیں۔ مغربی تہذیب کے ان معماروں نے اپنے تمدن کی تشکیل جس انداز پر کی ہے اُس میں آزاد شہوت رانی کو بطورِ اصول تسلیم کیا گیا ہے۔ اُن کے ہاں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے صنفی میلانات کی تسکین کے لیے جس عورت کی طرف چاہے رجوع کرے اور اگر اُسے کوئی اعتراض نہ ہو تو حکومت اس پر کسی طرح بھی معترض نہیں ہو سکتی۔ ایک خدا ناشناس تمدن جس میں کسی علیم و خبیر ذات پر ایمان محض ایک وہم سمجھا جاتے، جس میں حشر و نشر اور آخرت کی جواب دہی کو محض اعتباری باتیں سمجھ کر اُن کا مذاق اڑایا جاتے، جس میں انسان کے سفلی جذبات کو بھڑکانے کا پورا پورا التزام موجود ہو، وہاں کسی وزیر صاحب کا کسی فاحشہ سے رابطہ قائم کر لینا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اس قسم کے معاشقے تو وہاں کے روزمرہ معمولات میں سے ہیں۔ اور اونچی سے اونچی شخصیت سے لے کر معمولی سے معمولی انسان تک سب اُس میں ملوث ہیں۔ یہ اُن کی زندگی کا معمول ہے جس میں انہیں حیرت کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ البتہ جو لوگ اس "فطری طرزِ عمل" کے خلاف انسانوں پر کچھ حدود و قیود عائد کرنے کے حق میں ہیں وہ اُن کے نزدیک کم ظرف، جاہل، رجعت پسند، دشمنِ انسانیت اور اس وجہ سے گردن زدنی ہیں۔

انگریزوں کو جو چیز آج کھاتے جا رہی ہے وہ پروفیومو کا فسق و فجور نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ اُس نے وزیرِ جنگ کی حیثیت سے ایک ایسی فاحشہ سے تعلقات قائم کیے جس کے روسی سفارتخانے

کے ایک آتاشی سے بھی تعلقات موجود تھے اور اس طرح انگلستان کے جنگی راز اُس کے دشمن کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ پھر اُس برطانوی وزیر نے اپنی قومی روایات کے بالکل برعکس پارلیمنٹ کے اندر عائد کردہ الزامات کی تردید میں فاش جھوٹ بولا۔

اس "سکینڈل" پر قوم کے اندر جو شدید ردِّ عمل ہوا اس کے بارے میں ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں جو خبریں آرہی ہیں اور اس پر مختلف حلقوں میں جو تبصرے ہوتے ہیں اُن کا اگر آپ جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صرف چند مستثنیات کو چھوڑ کر وہاں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا ہو کہ یہ جو کچھ ہوا ہے وہ ہمارے مادہ پرستانہ طرزِ فکر اور اپنے رب سے باغیانہ طرزِ عمل کا فطری نتیجہ ہے۔ پوری قوم کو صرف یہی فکر لاحق ہے کہ ہمارے جنگی راز روس کو معلوم ہو گئے ہیں، امریکہ میں بالخصوص فوجی رازوں کی حفاظت کے معاملہ میں ہمارے متعلق پہلے سے جو بدگمانیاں موجود تھیں انہیں تقویت حاصل ہوتی ہے، اس بنا پر ہمارے وقار پر ضرب کاری لگی ہے اور ہم دنیا میں عزت و احترام کا وہ بلند مقام کھو چکے ہیں جو ہمیں کبھی حاصل تھا۔ یہ ہے وہ محور جس کے گرد برطانوی قوم کے خیالات اور احساسات مسلسل گھوم رہے ہیں۔ اس ایک محور سے ہٹ کر اہلِ فرنگ کسی دوسری چیز پر غور کرنے کے لیے آمادہ نہیں۔ اُن کی اس کوتاہ بینی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان اسباب کو سمجھنے سے قاصر ہیں جنہوں نے ان نتائج کو جنم دیا ہے۔ اُن کی نظریں ہر پھر کر اس معاملہ کے صرف سیاسی پہلوؤں کی طرف مبذول ہوتی ہیں اور وہ یہ دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں کہ اس وزیر کی حماقت کی وجہ سے ملک اور قوم کی ساکھ کو دھچکا لگا ہے اور وہ پوری دنیا کی تضحیک کا ہدف بن رہی ہے۔

کسی قوم پر اس سے بڑا عذاب اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُس کی عقل کو اس دردناک قومی حادثہ کے چند سطحی اور غیر ضروری پہلوؤں میں الجھا دیا جائے اور فتنہ و فساد کا حقیقی منبع تلاش کرنے کے لیے اُن کے اندر کوئی تمنا اور آرزو پیدا نہ ہو اور وہ اسے ایک وزیر کی ایک شرمناک اور

غیر ذمہ دارانہ مگر اتفاقی حرکت سمجھ کر خاموش ہو جائیں۔ ان عقل کے اندھوں کو اتنی سادہ سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ جو برق اُن کے ملک اور قوم پر گری ہے اور جس نے اُن کی ساکھ کو بالکل بھسم کر کے رکھ دیا ہے، یہ دفعتاً کسی نیلے آسمان سے ایک کر تو نہیں آئی۔ باطل افکار و نظریات کی جو آندھیاں برسوں سے اس ملک کے اندر چل رہی تھیں اور فسق و فجور کی جو تاریک گھٹائیں اس کے افق پر چھا رہی تھیں وہ ہر لمحہ اس آنے والے خطرے کی دہائی دے رہی تھیں لیکن عقل و وجدان کے مسلوب ہو جانے کی وجہ سے وہ اس کی ہلاکت خیزیوں کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اگر ان کے دل و دماغ بالکل ماؤف نہ ہوتے تو انہیں اس واقعہ پر حیرت زدہ ہونے کی بجائے حیرت اس بات پر ہوتی کہ اُن پر یہ بلا اتنی دیر سے کیوں نازل ہوتی ہے۔

یہ حادثہ کوئی ایسا نہیں جس کے تجزیہ کے لیے کسی لمبے چوڑے فلسفے کی ضرورت ہو۔ یہ واقعہ خدا سے بغاوت اور سرکشی، آخرت کی باز پُرس کے بارے میں عدمِ یقین، مذہب اور اس کے پیش کردہ نظامِ اخلاق سے روگردانی کا بالکل فطری ثمرہ ہے۔ جب آپ ایک شخص کے دل و دماغ میں اس باطل خیال کی آبیاری کرتے ہیں کہ اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک نہیں اس کا کوئی فرمانروا اور آقا نہیں اور یہ محض بالکل اتفاقی طور پر اندھے بہرے لزوم کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آگئی ہے تو اس کے اندر کوئی پائیدار اخلاقی حس کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ جارحانہ وطن پرستی کے نشہ میں سرشار کر کے اسے کسی بڑی سے بڑی قربانی پر آمادہ کر لیں اور وہ کسی وقتی جوش اور ہیجان کے اندر کسی اچھے طرزِ عمل کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ لیکن اس کیفیت کو زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ جس وقت اُس کا نشہ اترے گا اُس سے اسی وقت نہایت گھٹیا قسم کے افعال سرزد ہونگے۔

انسانی زندگی ایک "اکائی"، ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے جس کے سارے شعبے اُسس

بنیادی نقطۂ نظر کے مطابق تشکیل پاتے ہیں جسے انسان دل کی گہرائیوں میں پرورش کرتا ہے۔ اگر اس کا یہ نقطۂ نظر صحیح اور درست ہو تو اس کا ضمیر اور وجدان بھی صحیح ہوتا ہے اور اس طرح اس کی زندگی کے سارے گوشے بالکل صحت مند ہوتے ہیں، لیکن اگر اس کا بنیادی نقطۂ نظر غلط ہو تو پھر عقل اور وجدان دونوں غلط انداز پر کام کرتے ہیں اور اس طرح اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سارے شعبوں میں اختلال اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو انسانیت کے سب سے بڑے ہادی اور عارفِ ربانی نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ان فی جسد الانسان مضغة اذا فسدت فسد الجسد کله واذا صلحت صلح الجسد کله الا وھی القلب۔

انسانی جسم کے اندر گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جب اُس میں کوئی فساد پیدا ہو جائے تو پورے جسم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ صحیح اور درست ہو جاتے تو جسم کے پورے نظام میں صحت اور درستی آجاتی ہے اور وہ دل ہے۔

اہلِ مغرب کی بنیادی خامی یہ ہے کہ انہوں نے آج تک اس واضح حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ایک شخص جس کے دل و دماغ میں یہ باطل خیال پوری طرح راسخ ہو چکا ہے کہ زندگی کا اصل مقصد حسی لذات اور مادی خواہشات کی تکمیل کے سوا اور کچھ نہیں، اُس سے یہ توقع کرنا کہ وہ کسی اعلیٰ اور ارفع مقصد کی خاطر انہیں قربان کرنے پر تیار ہو جائے گا محض ابلہ فریبی ہے جس انسان کی غایت الغایات نفس کی پرستش ہو وہ اس سے بلند ہو کر کبھی کچھ سوچ ہی نہیں سکتا اور اگر وہ کسی وقت اس کے برعکس کسی طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ محض اس کی دیوانگی کا اظہار ہے۔ اُس کے لیے صحیح اور سیدھی راہ یہی ہے کہ وہ ہر حال میں نفس کی غلامی اختیار کرے اور اس مسلک کو ہر دوسرے مطالبے پر ترجیح دے۔

ہمیں اُن لوگوں کی عقل پر حیرت ہوتی ہے جو بڑے طمطراق سے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی شخص کے ذاتی کردار سے کوئی تعلق نہیں ہمیں صرف اس کی پبلک لائف سے سروکار ہے اور ہمارے لیے دیکھنے کی چیز صرف یہی ہے کہ اُس کی اِس زندگی سے ملک اور قوم کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے ان حضرات کو اپنی فکری اور علمی برتری پر بڑا ناز ہے لیکن وہ ابھی تک اس سادہ سی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکے کہ جو شخص اپنی ذاتی زندگی میں غیر ذمہ دار اور بداخلاق ہے وہ پبلک لائف میں آخر کس طرح با اخلاق اور ذمہ دار بن سکتا ہے۔ انسانی سیرت کوئی ریکارڈ آفس نہیں جس میں اچھے بُرے ریکارڈ کی مختلف فائلیں الگ الگ خانوں میں محفوظ رکھ لی جائیں اور جب جس قسم کی فائل کی ضرورت ہو اُسے نکال کر پیش کر دیا جائے سیرت و کردار درحقیقت ایک خاص نقطۂ نظر اور اندازِ فکر کا عملی اظہار ہے جس کے تحت ایک انسان پر حالات و واقعات کا خاص ردِّ عمل ہوتا ہے۔ جس انسان کا بنیادی تصوّر غلط ہو گا اُس کا انفرادی اور اجتماعی اخلاق بھی یکسر ناقابلِ اعتماد ہو گا۔ اسی طرح جس شخص کے اساسی نظریات بالکل صحیح اور درست ہوں گے۔ اُس کی انفرادی سیرت اور اجتماعی کردار بھی ہر لحاظ سے قابلِ اعتماد ہو گا۔ جب پروفیومو کے لیے نفس پرستی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ٹھیرا تو اسے اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ اس کے اس طرزِ عمل سے ملک اور قوم کو کیا نقصان پہنچا ہے۔ وہ اگر پریشان ہے تو صرف اس وجہ سے کہ لوگوں نے اس کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے اور اُن کی قوم اگر مضطرب ہے تو محض اس لیے کہ پوری دنیا میں اُس کی رسوائی ہوئی ہے۔ وزیرِ جنگ کا معاشقہ بجائے خود کسی لحاظ سے بھی انگریزی قوم کی نظر میں قابلِ مواخذہ نہیں۔

انسانی قلب جو اخلاق کا واحد سرچشمہ ہے وہ اگر گدلا ہو جائے تو اس سے سیرت و کردار کو سیراب کرنے والے افکار و احساسات کے سارے دھارے بھی گدلے ہو جاتے ہیں اور پھر انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں رہتا جس میں یہ جراثیم پوری طرح سرایت نہ کر جائیں۔ سائنس کے حیرت انگیز انکشافات اور علم النفس کے وسیع تجربات تطہیر کا کوئی آلہ اور

نظیر کا کوئی ایسا اصول وضع نہیں کر سکے جن کی مدد سے انفرادی زندگی کے گدلے دھاروں کو حیاتِ اجتماعی کی کشت کو سیراب کرتے وقت پوری طرح پاک اور صاف کیا جا سکے۔ اس دھارے میں جس قسم کی غلاظتیں شروع میں شامل ہو جائیں وہ جلد ہی اس کے اندر تحلیل ہو کر اُس کا جزو بن جاتی ہیں اور پھر انسان کی پوری زندگی کو یکسر ناپاک بنا دیتی ہیں۔

انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں فطرت نے کوئی حدِ فاصل قائم نہیں کی۔ ہماری انفرادی زندگی کا ہر گوشہ ہماری حیاتِ اجتماعی کی بنیاد اور اساس ہے اور اسی طرح ہماری اجتماعی زندگی کا ہر شعبہ ہمارے انفرادی کردار کا شارح اور ترجمان ہوتا ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ موجود نہیں جس کی مدد سے ہم انفرادی زندگی کی وسعتوں کی پیمائش کر کے اُن کے گرد فصیل کھینچ سکیں تاکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق باقی نہ رہے اور ہم بڑے اعتماد کے ساتھ ان دونوں کے اندر دو مختلف طرزِ عمل اختیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اپنی بداعمالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ہم جو چاہیں کہتے رہیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ انفرادی زندگی کو اجتماعی کردار کے اثرات سے کسی طرح بھی محفوظ نہیں رکھا جا سکتا اور اسی طرح اجتماعی طرزِ عمل کو انفرادی سیرت سے کسی طریق بھی الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے انفرادی اعمال اور اجتماعی افعال دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور دونوں ہمارے بنیادی تصورِ حیات کے رُخِ زیبا کا عکس ہیں۔

انہوں نے اپنا سارا زور اس بنیادی تصور کی اصلاح کرنے میں صرف کیا۔ اللہ کے یہ پاکباز بندے اس حقیقت سے پوری طرح آشنا ہیں کہ بندے کا اگر اپنے خالق اور مالک کے ساتھ تعلق درست ہو جائے تو پھر زندگی کے باقی شعبے خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اس تعلق میں کوئی کجی رہ جائے تو اصلاحِ حال کی ساری کوششیں بالکل ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ دنیا میں جتنے انبیاء علیہم السلام بھی تشریف لاتے انہوں نے انسانیت کے سامنے

اسی بنیادی حقیقت کی وضاحت فرمائی اور اس کے اندر اس کا صحیح شعور اور ادراک پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کی۔ ان سب کا پیغام صرف ایک ہی ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ (آل عمران ۵۰-۵۱)	اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے

پرفیومو اور کیلر کے اس معاشقے کے اندر انسانیت کے ہر بہی خواہ کے لیے عبرت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اہلِ فرنگ کو اس قدر شدید چوٹ سہنے کے بعد بھی اس امر کا قطعاً احساس نہیں ہوا کہ وہ اپنی اُن بنیادوں پر غور کریں جن پر انہوں نے اپنی معاشرتی اور عائلی زندگی تعمیر کی ہے۔ یہ واقعہ کوئی اچانک تو رونما نہیں ہوا۔ ایک ایسا ملک جس میں ہر سولہ میں سے ایک بچہ ناجائز ہو جس میں غیر شادی شدہ مائیں ہر سال پچپن ہزار بچے پیدا کر رہی ہوں۔ جہاں مردوں اور عورتوں کے درمیان میل جول کی پوری آزادی ہو وہاں اگر ایک وزیر باتدبیر کسی عورت کے عشق میں گرفتار ہو کر کوئی قبیح حرکت کر بیٹھیں تو اس پر اتنی غوغا آرائی کچھ عجیب وغریب معلوم ہوتی ہے۔ اس معاملے میں بھی ان کی بنیادی لغزش یہی ہے کہ وہ اس "انجامِ بد" پر تو سخت ہراساں ہیں لیکن معاشرتی زندگی کے جس فلسفہ نے انہیں ان مہیب غاروں کی طرف دھکیلا ہے اُس میں انہیں قطعاً کوئی سقم نظر نہیں آتا اور اس وجہ سے وہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس نہیں کرتے۔ چنانچہ کامن ویلتھ پریس کے حالیہ سالانہ اجلاس میں لارڈ شا کراس نے کرسٹائن کیلر کے قصے پر تبصرہ کرتے ہوئے جو تقریر کی ہے وہ اسی کوتاہ بینی کی نہایت واضح دلیل ہے۔ ہم ذیل میں اُس کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جس سے ہوا کے رُخ کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"مغربی معاشرے میں غیر صحت مند رجحانات کے فروغ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے جنس کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی ہے۔ ہمارا معاشرہ مسرتوں کا

گہوارہ بن جاتے اگر ہم جنس کے مسئلے پر بحث کر کے اسے پیچیدہ سے پیچیدہ تر نہ بنائیں۔ میری رائے ہیں جنسی معاملات میں مغربی دنیا اس حد تک الجھ چکی ہے کہ رومۃ الکبریٰ کے دورِ زوال کی حالت بھی قدرے بہتر ہو گی۔ اپنے ہاں کے رسالوں اور کتابوں میں چھپنے والی تصویریں ملاحظہ کیجیے۔ کہیں حسنِ ذوق نظر نہیں آئے گا البتہ جسمانی لذت، شہوانیت اور حیوانیت کے مظاہر دکھائی دیں گے۔"

"انگلستان کی کلبوں نے تو بے مقصد اور ہیجان خیز جنسیت کے مظاہرے کی انتہا کر دی ہے۔ یہاں رقص کی ایسی برہنہ کلبیں ہیں جن میں انسانیت سوز حرکات کی جاتی ہیں۔ اکثر کلبوں میں لوگ جنسی اذیت رسانی کے مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس قسم کی کج رویوں میں اگر ناتجربہ کار نوجوان مبتلا ہوں تو یہ بات کچھ سمجھ میں بھی آتی ہے لیکن بدقسمتی تو یہ ہے کہ لندن کے بدنام ترین علاقہ "سوہو" میں ایسی کلبوں کی سرپرستی ادھیڑ عمر کے خوش حال لوگ کرتے ہیں۔

ہم لوگ فلموں میں رومۃ الکبریٰ کے زمانے کے سنگدل تماشائیوں پر حیران ہوتے ہیں جو عورتوں اور مردوں کو وحشی درندوں کے جبڑوں میں لٹکا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن "تہذیبِ مغرب" میں عورت پن کے ساتھ جو حشر کیا جاتا ہے۔۔۔ اس پر ہمارا دل کبھی نہیں پسیجا۔"

آپ ان اقتباسات کو غور سے ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیے کہ کس قدر "سادگی" سے نتائج کو اسباب سمجھ کر حالات کا غلط تجزیہ کیا جا رہا ہے۔ یورپ میں جنس کو جو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے وہ درحقیقت صنفی انارکی کی علت نہیں بلکہ یہ براہِ راست نتیجہ ہے اُس حیوانی فلسفے کا جس پر مغربی تمدن کی پوری عمارت اٹھائی گئی ہے۔

مادی تہذیب کے علمبرداروں نے سب سے پہلے صنفِ نازک کے دل میں یہ شیطانی وسوسہ

پیدا کیا کہ اُس نے اپنے دائرۂ کار کو جو گھر کی چار دیواری کے اندر سمیٹ رکھا ہے، وہ درحقیقت اُس کی توہین و تذلیل ہے اس لیے اُسے زندگی کے ہر میدان میں مرد کے مدمقابل آنا چاہیے تاکہ اُس کی شخصیت کے اندر پختگی پیدا ہو سکے۔ یہ وہ پہلا فریب تھا جو اس سادہ لوح مخلوق نے "دشمنِ انسانیت" کے ہاتھوں کھایا۔ وہ بالکل بے حجاب ہو کر مرد کی ہمسری کے دعوے کے ساتھ میدان میں نکل کھڑی ہوئی اور اس بیچاری نے محض اپنی حماقت سے ہر اُس بوجھ کو اپنے اوپر خوشی لادنا شروع کیا جس کے لیے وہ فطری لحاظ سے کوئی اہلیت نہ رکھتی تھی۔ اس اندوہناک صورتِ حال سے پریشان ہو کر اُس نے جب کبھی بھی اضطراب کا اظہار کیا تو اُسے یہ کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس طرزِ عمل سے اُس کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو رہی ہے اور اس کے چھپے ہوئے جوہر کھل کر سامنے آ رہے ہیں۔ یہ محض عبوری دَور ہے اس کے گزر جانے کے بعد اُسے آزادی کی دولت نصیب ہو گی اور وہ سوسائٹی کے ان بندھنوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے توڑنے میں کامیاب ہو جائے گی جنھوں نے اُسے مرد کا دست نگر بنا رکھا تھا۔

یہ "فریب خوردہ" جب آزادی کے لالچ میں مردوں کے دوش بدوش کارخانوں، دفتروں اور دکانوں پر کام کرنے پر آمادہ ہوئی تو پھر اس کی عفت اور عصمت پر منظم ڈاکہ ڈالنے کے مختلف فلسفے گھڑے گئے۔ اُسے یہ باور کرایا گیا کہ یہ شرم اور حیا، پاکیزگی اور پاکدامنی سب "مذہبی دیوانوں" کے بنائے ہوئے ڈھکوسلے ہیں جن کا مقصد اُس کی آزادی کو سلب کرنا ہے۔ انسان کو فطرت نے آزاد پیدا کیا ہے اس لیے اپنی صنفی خواہشات کی تکمیل میں بھی کسی قسم کی کوئی پابندی قبول نہ کرنی چاہیے۔ ابلیس کا یہ داؤ حیرت انگیز سرعت کے ساتھ اس پر چل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنا تن، من، دھن، الغرض اپنی زندگی کا قیمتی سے قیمتی سرمایہ سوسائٹی کی بھینٹ چڑھا دیا تاکہ اس کے دامن پر رجعت پسندی کا کوئی داغ نظر نہ آنے پائے۔ مرد نے اُس کی اس بے بسی سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ایک طرف تو اس نے اپنی ذمہ داریوں کا بیشتر حصہ اُس کے ناتواں کندھوں پر ڈال

دیا، اور دوسری طرف اُس کی عزت و آبرو پر بڑی بے دردی کے ساتھ ہاتھ صاف کیے چنانچہ کچھ مدت گزر جانے کے بعد اب وہ زندگی کی اُس پست سطح پر آچکی ہے جس میں اُس کی زندگی کا مقصد صرف ایک ہی رہ گیا ہے کہ وہ کسی طرح مرد کی ہوس رانیوں کی بہتر سے بہتر طور پر تسکین کر سکے۔

آج کیلر اور اُسی طرح کی دوسری عورتیں جس قسم کی حماقتیں کر رہی ہیں۔ اُن میں حیرت کا کوئی پہلو نہیں وہاں کے مفکرین نے اپنے نظامِ حیات میں ذلت کا جو منصب انہیں سونپا ہے وہ بڑے جوش اور خوشدلی کے ساتھ اُس سے عہدہ برا ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں اور انہیں اس امر کا احساس تک نہیں کہ شیطان کی ذریت اُن کے ساتھ کوئی شرمناک کھیل کھیلنے میں مصروف ہے۔

ترجمان القرآن جنوری ۵۸ء کے اشارات میں ایک مقام پر یہ عبارت شائع ہوئی تھی کہ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کو نہ ماننے والا شخص چاہے خدا اور آخرت کو مانتا ہو، پھر بھی وہ یقیناً کافر ہے اور اس کا خدا و آخرت کو ماننا کسی طرح بھی نجات کے لیے مفید نہیں ہے۔ اس معاملے میں سورۂ بقرہ کی آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ ھَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِئِیۡنَ . . . سے جو استدلال اس سے پہلے مولانا ابو الکلام آزاد کر چکے ہیں اور اب خلیفہ عبدالحکیم صاحب کر رہے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔" حال ہی میں مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے نام ایک صاحب نے کراچی سے شکایت بھیجی ہے جس میں لکھا ہے کہ مولانا آزاد کی جانب اس خیال کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ ان صاحب نے مولانا مرحوم کے متعدد مطبوعہ مکاتیب اور تحریروں کا حوالہ دیا ہے اور ان میں سے بعض کی نقول بھی ارسال کی ہیں، جن سے مولانا آزاد کے اصل مدعا و منشاء کی وضاحت مقصود ہے صاحب مراسلہ کا مطالبہ ہے کہ بعض ضروری اقتباسات کو ترجمان میں چھاپ دیا جائے۔ ہمارے لیے اس پورے مواد کا نقل کرنا تو مشکل ہے تاہم یہاں ایک مکتوب کے چند اجزاء شائع کیے جا رہے ہیں تاکہ مرحوم کے معاملے میں کوئی غلط فہمی یا نا انصافی نہ ہونے پائے۔ یہ خط مولانا محی الدین صاحب قصوری کے نام تھا اور "تبرکاتِ آزاد"

---

[1] واضح رہے کہ مذکورۂ بالا اشارات مولانا مودودی کے قلم سے نہیں تھے

ترجمہ مولانا غلام رسول مہر میں طبع ہو چکا ہے۔ اس میں اسی آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہے جس کا حوالہ اشارات میں تھا:

"جن یہود و نصاریٰ و صابیہ کا اس آیت میں ذکر ہے ان سے مراد وہ یہود و نصاریٰ نہیں ہیں جو بعد بعثت آنحضرتؐ کے عہد میں تھے۔ یا جو بعد ظہور اسلام کے دنیا میں رہیں گے۔ بلکہ صرف اُن کا جو ظہور اسلام سے پیشتر تھے۔ مگر اپنی قوم کی ضلالت تحریف و ترکِ شریعت و کتاب اللہ محفوظ رہے اور سچی یہودیت اور حقیقی عیسائیت پر کر دراصل اسلام ہے (کیونکہ دین ایک ہے اور ہمیشہ سے رہے) ان کا خاتمہ ہوا۔ دراصل ایسے یہودی اور نصرانی آنحضرتؐ کے ظہور تک موجود تھے۔ یعقوبیہ عیسائیوں کا ایک بہت بڑا موحد فرقہ تھا جو مسیح کو ابن اللہ نہیں مانتا تھا اور نہ کفارہ کا قائل تھا۔ روم کی کونسل روحانی نے اس کے داعی کو سزا دی۔ وہ بھاگ کر اسکندریہ آیا۔ دراصل آج کل کے یونی ٹیرین عیسائی انہی کے بقایا ہیں۔ مشہور بشپ یوحنا جو حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھ پر بعد فتح مصر اسلام لایا اور سب سے پہلا حکیم اسلام قرار دیا گیا اسی فرقہ کا پادری تھا۔ یہ لوگ سچے عیسائی یعنی مسلمان تھے۔ مسیح کو نبی مانتے تھے۔ کفارہ کے قائل نہ تھے۔ نجات کا دارومدار اعمالِ صالحہ کو سمجھتے تھے۔ راتوں کو عبادتیں کرتے اور دن کو بیماروں کی خدمتیں۔ ان میں سے اکثر اربابِ بصیرت ایسے تھے کہ سچے دل سے فارقلیط کے موعودہ ظہور کے منتظر تھے۔ اور ان میں سے جن لوگوں نے اس پاک ظہور کو پایا سچے دل سے ایمان لائے۔ یہی لوگ تھے جن کی نسبت فرمایا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ یہی دعوتِ اسلامی کو سن کر جھک جاتے ہیں اور انکار نہیں کرتے۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ۔ جب قرآن کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے جوشِ اشک بہنے لگتی ہے اس لیے کہ اس کی سچائی کو انہوں نے پا لیا ہے۔ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ پس وہ پکار اٹھتے ہیں کہ خدایا ہم اس کلام پر ایمان لائے پس ہم کو شہدائے حق میں سے شمار کر۔

ورقہ بن نوفل ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے طلبِ حق میں بڑا سفر کیا اور ایسے پادریوں سے ملے جو سِرِّ حقیقت سے واقف تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ فارقلیط کا ظہور قریب ہے ملنا تو ایمان لانا اور ہمارا اسلام کہنا۔ سلمانؓ نے جب واقعہ بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متامل ہوتے کہ ایسے لوگوں کی نسبت کیا کہیں۔ اس پر یہ آیت اتری اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى الخ یعنی وہ سچے نصاریٰ تھے، سچے عیسائی تھے ان کے لیے کوئی خوف نہیں۔

ابن ابی حاتم نے بسندِ متصل مجاہد سے یہ روایت بیان کی ہے اور متعدد طریقوں سے منقول ہے اور سعید بن جُبیر نے بھی روایت کی ہے۔ قرآن ہر جگہ اہلِ کتاب سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ کتاب اللہ کو قائم کرو جس کو تم نے نَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ کر دیا ہے لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ۔ سورہ مائدہ میں کہا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ الخ پس اصل دین اللہ ایک ہے جو یہودی و عیسائی تورات و انجیل پر قائم رہے کیوں نہ ان کے لیے مغفرت و بشارت نہ ہوں۔ بات بالکل صاف ہے اور خواہ مخواہ دوسری طرف لیجانا غلطی ہے یہی تفسیر خود آنحضرتؐ نے کی اور یہی تفسیر اجلّۂ صحابہ و تابعینؒ سے مروی۔ حضرت ابن عباسؓ سے بطریقِ متعددہ مروی ہے کہ مقصود امم سابقہ قبل از ظہورِ اسلام ہیں نیز ربطِ آیات کا بھی مقتضیٰ یہی ہے۔ رہی یہ بات کہ امم سابقہ کے ساتھ آمنوا کیوں کہا؟ یعنی مومنین کا کیوں ذکر کیا؟ تو اس کا جواب خود ابن عباسؓ دے چکے ہیں چونکہ دین الٰہی ایک اور نتائج ایک اس لیے فرمایا کہ اصل کار ایمان باللہ و عملِ صالح ہے پس جو ایمان لاتے اور جو سچے یہودی و نصرانی تھے سب اللہ کے نزدیک ایک درجے میں ہیں اور مغفرت کا دروازہ باز۔ باقی رہے ان اقوام کے وہ لوگ جنہوں نے آنحضرتؐ کا زمانہ پایا اور تبلیغ و دعوت کی گئی اور انکار کر دیا یا اس کے بعد کرتے رہے تو ان کی نسبت یہی قرآن سورہ حج میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ... الخ